علامہ اقبال نے کہا کہ اگر مجھے بذریعہ قرآن یہ علم نہ ملتا کہ قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے تو میں اسکے پڑھنے سے یہ سمجھتا کہ یہ کتاب کسی عورت کی تصنیف کردہ ہے۔

عورت کا مقام

قرآن کے آئینہ میں

از قلم:

عزیز اللہ بوہیو

سندھ ساگر اکیڈمی

Rs- 10-00

Mobile: 0300-2663651

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرد اور عورت کی حیثیت قرآن کے آئینے میں

آیت کریمہ (۳۴۔۴) میں سرکش عورتوں کو سمجھانے کے دوران لفظ 'واضربوھن' کی معنی اور تفسیر۔

مجھ سے عورت فائونڈیشن کی سربراہ محترمہ انیس ھارون نے قرآن حکیم کی آیت (۳۴۔۴) کے فرمان کے متعلق کہا کہ جملہ مفسرین اور مترجمین قرآن نے لکھا ہے کہ "بیویوں کی شوہروں سے برانگیختگی کی صورت میں پہلے انکو نصیحت کرو پھر انکے بستروں کو علحدہ کرو، ان طریقوں سے کام نہ چلے تو انکی پٹائی کرو" محترمہ نے کہا کہ میرا اللہ کی ذات میں ایسا گمان کبھی بھی نہیں ہے کہ وہ عورتوں کی فزیکل پٹائی کا شوہروں کو حکم دیگا، اسلئے آپ مجھے اس آیت کریمہ کا اصل مفہوم اور صحیح صحیح ترجمہ اور تفسیر مضمون کی شکل میں لکھ کر دیں۔ سو محترمہ کے التماس کے بعد میں نے اس آیت کریمہ پر تصریف آیات کی روشنی میں غور کیا اور تحقیق کی جو میں اس مضمون میں قارئین کو پیش کر رہا ہوں۔ اللہ کا عورتوں کیلئے عدالت، رحمت، شفقت و اصلاح کا جو فلسفہ ہے وہ سو فیصد وہی ہے جو محترمہ انیس ہارون کا اللہ پاک کے بارے میں گمان ہے، محترمہ کی اللہ کی سوچ سے مطابقت اور موافقت پر میں اسے سلام پیش کرتا ہوں اور میں محترمہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اسکی سوچ جو اللہ اور قرآن کے متعلق ہے وہ درست اور سچی ثابت ہوئی ہے اور امت مسلمہ کی عورتوں کی تذلیل کرنے والے روایت سازوں اور بیشتر روایت پرست اور تصریف آیات سے قرآن فہمی کے مخالف مترجمین قرآن کی سوچ اور تحقیق غلط نکلی۔ اس موضوع سے متعلق آیت کریمہ کا حصہ یہ ہے کہ وَاللاَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا (۳۴۔۴) عام طور پر جو ان الفاظ قرآن کا

ترجمہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ " اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو "(ترجمہ: شبیر احمد عثمانی) مطلب کہ لفظ 'واضربوھن' کا ترجمہ "مارنا" کیا گیا ہے، میں قارئین کی خدمت میں قرآن کے حوالہ جات سے لفظ "ضرب" کے مختلف صیغوں کے قرآنی استعمالات اور انکی معانی پیش کرتا ہوں پھر پڑھنے والوں کو آیت (۳۴۔۴) کے اندر کے استعمال 'واضربوھن' کی معنی سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

جناب قارئین! یہ لفظ مختلف صیغوں میں قرآن حکیم کے اندر کل 58 بار استعمال ہوا ہے جن میں سے دوبار ملائکوں کے متعلق ہے کہ ' وہ جب منافقوں اور کافروں کو میدان جنگ میں مارینگے ' (50-8) اور سورت محمد میں بھی ملائکوں کے کفار کو مارنے کے حوالہ سے ' یضربون ' کا لفظ استعمال ہوا ہے (27-47) اور دوبار ایک ہی آیت میں سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُواْ الرَّعْبَ فَاضْرِبُواْ فَوْقَ الأَعْنَاقِ وَاضْرِبُواْ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (12-8) کفار کو میدان جنگ میں مارنے کے حوالہ سے استعمال ہوا ہے، پانچویں بار سورت محمد میں بھی لڑائی کے دوران میدان جنگ میں کفار سے جب مڈبھیڑ ہو تو حکم ہے کہ: فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ (4-47) مزید چھٹی بار کا استعمال فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ (93-37) جناب ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے بتوں کے مجسموں کو پاش پاش کرنے کے حوالہ سے ہوا ہے۔

اب کسی مؤمن مسلم کی بیوی نہ کافر ہے، نہ منافق ہے، نہ وہ کفر کی حالت میں میدان جنگ میں ہے اور نہ ہی وہ کسی مندر کا بت ہے۔ لفظ 'ضرب' کے ان چھ عدد استعمالات کے علاوہ لفظ 'ضرب ۔ ضربتم ۔ ضربنا ۔ ضربوا ۔ تضربوا ۔ نضرب ۔ اضرب ۔ کے کئی اور بھی صیغے استعمال ہوئے ہیں، میں جنکا نہایت اختصار کے ساتھ نقل اور ترجمہ عرض کرتا ہوں۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّهُ مَثَلاً (24-14) کیا آپ نہیں جانتے کہ کس طرح تو اللہ نے بیان کیا مثال کو۔ اس مقام پر 'ضرب' بمعنی ''بیان کرنے'' کے آیا۔ آگے ضَرَبَ اللّهُ مَثَلاً عَبْدًا مَّمْلُوكًا

(16-75) اللہ نے عبد مملوک کا مثال بیان فرمایا۔ اور آگے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً (16-112) اللہ نے ایک ایسے قریہ کا مثال بیان فرمایا جو نہایت امن وسکون والا تھا۔ اور آگے ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ (28-30) اللہ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی مثال بیان فرمائے۔ اور آگے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ (36-78) ہمارے لئے تو مثالیں بیان کر رہا ہے اور اپنی تخلیق بھلائے ہوئے ہے۔ مزید اور ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ (29-39) بیان کیا اللہ نے مثال ایک ایسے آدمی کا جسکے مالک ہونے میں کئی لوگ شریک تھے۔ میرے خیال میں ایک ہی معنی، ضرب بمعنی 'بیان کرنا' کے مثال کئی سارے آگئے، اب دوسری معانی کا بھی ایک، ایک مثال پیش کروں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (4-94) 'اے ایمان والو! جب تم سفر کرو اللہ کی زمین میں'۔ اس مقام پر ضرب بمعنی 'سفر کرنا' ہوا۔ آگے فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا (18-11) پھر ہمنے اصحاب کہف پر کچھ سال انکے کانوں پر باہر کی خبروں سے پردہ ڈالے رکھا۔ مزید وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ (24-31) ضروری ہے عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنی چھاتیوں پر اوڑھے رکھیں۔ یہاں ضرب بمعنی 'اوڑھنا' آیا۔ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ (24-31) اپنے پاؤں زمین پر اتنے زور سے نہ ماریں جو پازیبوں کی جھنکار پکار اٹھے۔ (2-90) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی کا مطالبہ کیا تو ہم نے اسے کہا کہ اپنے لوگوں کی نفری کو پتھریلی زمین میں کھدائی کرانے کے ذریعے ان سے کام لو (کہیں نہ کہیں پانی نکل آئے گا) یہاں اضرب بمعنی 'کھدائی' کے آیا۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (2-61) مسلط کی گئی ان پر ذلت اور محتاجی۔ لفظ 'ضرب' کی ان معانی کے بعد آتے ہیں آیت (4-34) میں لفظ واضربوھن کی معنی و مفہوم اور اسکی اللہ کی بتائی ہوئی مراد کو سمجھنے کی طرف۔

محترم قارئین! یہاں پہلے پہل جملہ 'وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ' پر غور کرنا ہوگا جو اس میں قرآن حکیم یہ مسئلہ عورتوں کے بھڑک اٹھنے کی اور مشتعل مزاجی کو ٹھنڈا اور معتدل کرنے کیلئے سمجھا رہا ہے۔ تو بعینہ یہ نشوز کی صورتحال قرآن نے (4-128) میں سمجھائی ہے کہ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (4-128) یعنی اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے اسکی برانگیختگی، مشتعل مزاجی اور روگردانی کا اندیشہ محسوس کرے تو دونوں پر کوئی حرج نہیں صلح کرنے میں، آپس میں صلح سانت سے گذارنا یہ تو اچھی بات ہے۔ اب حق سچ کے متلاشی طالب العلموں کو اور حقائق قرآن کو سمجھنے والوں کو غور کرنا ہوگا کہ آیت (4-34) میں بھی مسئلہ عورت کے نشوز بمعنی سرکشی اور مشتعل مزاجی کا زیر بحث ہے، آگے بلکل یہی صورت یعنی مرد کی نشوز طبعی بمعنی سرکشی اور مشتعل مزاجی کو آیت (4-128) میں جب لایا گیا ہے تو وہاں مرد کو رام کرنے اور اعتدال پر لانے کیلئے اسے مار پٹائی یا جسمانی اذیت دینے کا ذکر ہی نہیں ہے تو اللہ عزوجل جیسا عادل اور منصف عورت کی نشوز طبعی پر اسے کیونکر پٹائی کرنے اور جسمانی آپریشن کرنے کا حکم دیگا۔ وہ بھی ایسا عادل حکمران جسنے خود واضح طور پر فرمایا ہے کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی عورت کے حقوق مثل مرد کے حقوق کے ہیں، ان دونوں کے مدارج میں اس برابری کے سوا۔ وللرجال علیهن درجہ۔ مردوں کو صرف ایک عدد فضیلت ہے عورتوں کے مقابلہ میں، وہ صرف یہ کہ طلاق کی صورت میں عورت کو دوسری شادی کرنے سے پہلے تین ماہواریاں یا وضع حمل تک (اگر حمل ہو) انتظار کرنا ہوتا ہے، جبکہ یہ انتظار دوسری شادی کے لئے مردوں کو نہیں کرنا پڑتا۔ بقیہ جملہ چیزوں میں عورت اور مرد جب برابر ہیں تو پھر نشوز طبیعت کے مسئلے میں اگر امامی علوم وضع کرنے والوں کے بقول عورت کو وعظ و نصیحت اور بستروں کی علیحدگی والے فارمولوں کے بعد جسمانی پٹائی کرنا قرآن کے لفظ واضربوھن کی معنی لی جائے گی، سو اگر امامی مولویوں کی یہ معنی قبول کی گئی تو اس سے قرآن

کے مساوات والے اعلان وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (2-228) آیت سے
مساوات کا اعلان اور قانون تو ٹوٹ جائیگا اور اس سے یہ (4-34) والی آیت جھوٹی ہو جائے
گی۔ اصل میں روایت ساز امامی گروہ اور فقہ ساز امامی لوگ جو عورتوں کی تذلیل کیلئے ہر وقت
ادھار کھائے بیٹھے ہیں، انہوں نے آیت وَاللاَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي
الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ کے جملہ سے متعلق قارئین لوگوں میں یہ مغالطہ مشہور کیا ہوا ہے کہ
جب 'فعظوھن' میں سرکش عورتوں کو قرآن نے وعظ و نصیحت کرنے کی بات ایک بار
کردی تو پھر بعد والے جملہ میں جو بستر علیحدہ کرنے کے بعد 'واضربوھن' کا لفظ استعمال کیا
گیا ہے تو اسکی معنی "بیان کرنا" اسلئے نہیں لی جائے گی کہ یہ بیان کی بات تو 'فعظوھن' کے
وعظ و نصیحت میں آگئی، سو قرآن جیسا بلیغ کلام ایک بات کا تکرار وہ بھی ایک ہی آیت اور
ایک ہی مسئلہ میں کیونکر کریگا!! سو اس امامی ڈھکوسلہ کو میں قرآن فہمی کی راہ میں ایک تھڈہ
قسم کی رکاوٹ قرار دیتا ہوں، جو تھڈہ یہ ہے کہ فعظوھن کی معنی وعظ و نصیحت کا تعلق صرف
نشوز طبعی والی سرکشی اور چڑچڑاپن والی طبیعت کی اصلاح کرنے سے تعلق رکھتا ہے اور'
واضربوھن' کا ترجمہ جو "بیان کرنا" میں قرار دے رہا ہوں اسکا تعلق ہجران بسترہ اور کمرہ
کی علیحدگی یا چارپائی اور بیڈ کی علحدگی سے ہے۔ اس معنی والی حقیقت مجھ پر اس وقت واضح
ہوئی جو کچھ سال پہلے میں پنجاب کے شہر جھنگ میں جشن نزول قرآن کے موقعہ پر قرآنی
تعلیم کی ترویج کے لئے بلائے گئے ایک اجتماع میں شریک ہوا، تو وہاں کارروائی کے اجلاسوں
کے وقفہ میں ملتان سے آئے ہوئے ایک عمر رسیدہ بزرگ نے میرے حوالہ سے شرکاء مجلس
کو میری مذاق اڑانے کے لئے کہا کہ یہ سندھی لوگ ایسے تو ہیں جو ہمیشہ اپنی بیویوں کے ساتھ
ایک ہی چارپائی پر سوتے ہیں، اس بے اعتمادی کی وجہ سے کہ وہ کہیں کسی اور کے پاس نہ چلی
جائیں۔ اس بزرگ کی اس طنز کا جواب فی الفور تو میرے پاس نہیں تھا، اسلئے کہ اسکی نظر میں
جو شوہر اور بیوی کا ایک ساتھ سونا ممنوع تھا، میں خود ایسے گناہ کا مرتکب تھا، لیکن میں اس

بزرگ کو بار بار یہ سمجھا رہا تھا کہ یہ ایک ساتھ سونا بے اعتمادی کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ تعلق
کی گہرائی کی وجہ سے ہوتا ہے، اس کے باوجود حاضرین لوگوں میں سے میرا کسی نے ساتھ
نہیں دیا، اس بزرگ کی طنز پر میرا ساتھی ماسٹر شہور چانڈیو آداب گفتگو کے جامے سے باہر
نکل رہا تھا، لیکن مجھے اس ملتانی بزرگ کا نہایت احترام تھا، اسلئے کہ وہ ضعیف العمری کے
باوجود سندھ کے میرے گاؤں میں خاص قرآن کے بعض مسائل سمجھنے کے لئے سفر کر کے
میرے پاس آیا تھا۔ بہر حال اس گفتگو کے بعد میں نے یہ تسلیم کیا کہ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ
یعنی خالی بستروں کے علحدہ کرنے سے بات مکمل واضح نہیں ہوتی، کیونکہ اگر اس ملتانی بزرگ
کے بقول بیوی اور شوہر کے بسترے پہلے سے ہی نارمل ماحول میں نشوز طبعی کے سوا بھی علحدہ
ہوں تو ہجران مضاجع' یعنی بستروں کے علحدہ ہونے کے بعد اس ہجران والے فارمولے کو تو
بیوی سے زبانی کلامی وجہ علحدگی بیان کرنی ہوگی، اسلئے کہ اگر بسترے پہلے ہی تعلقات کے
خوشگوار ہونے کے عرصہ میں بھی جدا تھے تو پھر بیان کی ضرورت تو لازمی طور پر پڑ جائیگی۔
سو قرآن حکیم کے طالب العلموں کی خدمت میں عرض ہے کہ آیت کریمہ میں وعظ و نصیحت
کا لفظ 'فعظوھن' عورتوں کی صرف نشوز طبعی یعنی سرکشی اور چڑچڑاپن سے تعلق رکھتا ہے اور
بعد والا 'واضربوھن' کا حکم واھجروھن فی المضاجع سے یعنی سونے کی جگہوں کے علحدہ
کرنے سے ناراضگی جتلانے سے تعلق رکھتا ہے، تو 'واضربوھن' کی معنی بیوی سے اپنی ناراضگی
بیان کرنا ایسی صورت میں لازمی ہو جائے گی۔ جس صورت میں کہ نارمل ماحول میں بسترے
یا کمرے بھی پہلے سے ہی علحدہ ہوں۔ میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ میرے سرکاری
بنگلہ کے کمروں میں سے صرف ایک کمرہ میں اے۔ سی لگا ہوا ہے، بچے زیادہ ہیں ان سب کو'
اے سی' والے کمرہ میں سلاتا ہوں اور میں بغیر 'اے سی' والے کمرہ میں سوتا ہوں، میری
بیوی بھی میرے کمرہ میں سونے کیلئے نہیں آتی، وہ بچوں والے کمرہ میں آرام کرتی ہیں۔ سو
ایسی صورتوں میں واھجروھن فی المضاجع کا یعنی بستروں کے علحدہ کرنے کا عمل اگر خوشگوار

تعلقات کے عرصہ میں بھی پہلے سے ہو تو پھر 'وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ' کی معنی کیلئے زبانی
کلامی طور پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا وہ بھی بیوی کی سرکشی کی وجہ سے بیان کرنا لازم بنجاتا
ہے۔ اسلئے وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ کے جملہ میں واضربوھن کی معنی صرف
ہجران مضاجع کی وضاحت کا اصل پسمنظر بیان کرنا بھی لازم ہو جائے گا۔ پھر آگے آیت
کریمہ میں واھجروھن کے فورا بعد لفظ واضربوھن کا ترجمہ امامی حدیثوں کی روشنی میں اگر
جسمانی پٹائی کیا جائے گا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جل وعلیٰ نے سورت مزمل میں جناب
رسول علیہ السلام کو منافقوں کے متعلق جو ہدایت فرمائی ہے کہ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ
وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (10-73) یعنی آپ کے خلاف منافق لوگ جو ناروا اور غلط سلط
اقوال اور جملے بولتے ہیں۔ واصبر علی مایقولون، آپ صبر و تحمل اور بردباری سے کام لیں اور
ان سے بڑے احسن طریقہ سے علحدگی اختیار کریں۔ اب کوئی بتائے کہ اللہ پاک اپنے
رسول کو اسکے شان کے خلاف منافقوں کی واہی تباہی بولنے پر تو بردباری اور تحمل کرنے کے
بعد 'واھجرھم' والے لفظ (جو عورتوں کی نشوز طبعی کیلئے آیت (34-2) میں استعمال کیا گیا
ہے) کی تعمیل عورتوں کے بارے میں تو جسمانی مارپٹائی سے کرائے اور منافقوں کیلئے آیت
(10-73) میں اسی لفظ سے حسن کارانہ انداز میں پیچھا چھڑانے کا حکم دے!!! کیا تو مطلب
ہوا کہ مومن لوگوں کی عورتیں جیسے کہ حدیثوں کی روشنی میں اللہ کے نزدیک منافقوں سے
بھی کم تر اور بدتر ہوئیں؟ اللہ جل شانہ نے تو منافقوں کے حوالہ سے وعظ و نصیحت کی جو
نصیحت فرمائی ہے کہ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ
فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (63-4) یعنی اللہ ان منافقوں کی دلوں کے بھید جانتا ہے، اسلئے ایک
تو آپ ان سے منہ پھیرے رہیں، اگر بات چیت ہو بھی جائے تو انکو ایسی وعظ اور نصیحت
کریں جس سے آپکی بات انکی دلوں کے اندر پہنچ جائے، اتر جائے (جس سے وہ حقائق کی
گہرائی کو سمجھ سکیں) اب کوئی بھی غیر جانبدار یعنی امامی علوم سے قطع نظر کوئی بھی منصف

بتائے کہ اللہ پاک منافقوں کو وعظ و نصیحت کا حکم دیکر پھر اسکا طریق یہ بتائے کہ ایسے انداز
سے انکو اپنا نظریہ اور موقف سمجھائیں جو آپکی بات انکے دل کے اندر اتر جائے۔ اور اللہ نے
قرآن میں یہی لفظ 'وعظ' کا جب عورتوں کے لئے فرمایا تو علم حدیث والوں نے 'تفسیر
القرآن بالقرآن' کے سراسر خلاف اپنی روایات والی حدیثوں کی روشنی میں معنی نکالی کہ انکو
جو وعظ کریں تو نہ ماننے کی صورت میں ان کی مارپٹائی بھی کریں۔

جناب قارئین! آگے اسی آیت کریمہ (34-4) میں جملہ ہے کہ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا
عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا یعنی اگر وہ اطاعت کریں تو پھر انکے خلاف علحدگی کیلئے کسی بھی قسم کی دوسری
چارہ جوئی نہ کریں۔ یہاں کوئی بھی ماہر طبعیات اور ماہر نفسیات بتائے کہ کیا مارپٹائی کے بعد
ٹارچر سہنے والے کی دل اطاعت کیلئے آمادہ ہوگی یا بغاوت کیلئے!! سورۃ حم سجدہ میں ہے کہ ثُمَّ
اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ
(11-41) "پھر (اللہ عظیم جب) متوجہ ہوئے آسمان کی طرف جو دھواں تھا، پھر اسے
اور زمین کو کہا کہ آجاؤ میری اطاعت کے لئے خوشی سے خواہ ناخوشی سے (تو جواب میں)
انہوں نے کہا کہ ہم دونوں خوشی سے آرہے ہیں" اب اس آیت کریمہ میں اطاعت کیلئے
دل کی خوشی کا ذکر کیا گیا ہے، یہ معنی لفظ 'طوعا وکرھا' کو ملا کر بیان کرنے سے ملی کہ اللہ نے
انہیں کہا کہ اگر تم کو میرے حکم کی بجاآوری جبر اور اکراہ سے کرنی پڑی تو بھی میں اللہ تم
سے تمہارے نہ چاہنے کے باوجود کام لونگا، تو جواب میں زمین و آسمان نے کہا کہ 'اتینا
طائعین'، ہم دونوں مطیع بنکر حاضر ہیں، کرہ اور جبر کی ضرورت ہی نہیں آئیگی!! مطلب کہ
اس آیت کریمہ نے اطاعت کیلئے سمجھا دیا کہ دل کے حضور اور خوشی سے اطاعت ہوتی ہے
اور جو بجا آوری اور تعمیل مار پٹائی سے ہو اور جسمانی آپریشن سے ہو اس کے لئے
لفظ 'اطاعت' کا نہیں بولا جائیگا از روء لغت قرآن (11-41)۔ سو عورتوں کے نشوز طبعی
کی اصلاح کے لئے جو آیت (34-4) میں 'واضربوھن' کے بعد لفظ 'فان اطعنکم' فرمایا گیا

ہے، یعنی 'اگر یہ سر کش عورتیں تمہاری اطاعت کریں' سو اطاعت کے لئے اس سے پہلے والے لفظ' واضربوھن' کی معنیٰ' افہام و تفہیم والا بیان' ہے، مارپٹائی نہیں ہے۔!!!
(مضمون ختم کیاجاتاہے)

(یہ مضمون برٹش قونصل کراچی کی جانب سے منعقد کردہ سیمینار میں پڑھاگیا۔)

عورت اور مرد کی برابری تخلیق کے حوالہ سے

قرآن حکیم انسانوں کی خلقت کے حوالہ سے فرماتاہے کہ یَا أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْرًا وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّہَ الَّذِی تَسَاءلُونَ بِہِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (1-4) یعنی " اے لوگو! ڈرو اپنے پالنہار سے جسنے تمہیں پیدا فرمایا نفس واحدہ سے اور اس نفس واحدہ سے جوڑے کو پیدا فرمایا اور اس جوڑے سے کئی سارے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا" اب اس آیت میں مرد اور عورت کی تخلیق نفس واحدہ سے ثابت ہوئی، اس سے علم السنۃ یعنی علم الاحادیث میں جو بتایا گیاہے کہ عورت مرد کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، قرآن نے اسکی تردید فرمادی اور اسے غلط ثابت کر دیا، اب عورت اور مرد کی تخلیق میں برابری کی وجہ سے مرد کی فوقیت یا حاکمیت کا عورت کے اوپر راستہ بند ہو گیا۔

لفظ زوج کی وضاحت

زوج کی معنی جوڑا ہے، جوڑے میں جو دو چیزیں یا دو شخص مراد لئے جاتے ہیں انمیں برابری کی معنی لازمی متصور کی جائیگی، جسطرح دو پائوں کے بوٹ اور چپل کو جوڑا کہا جاتا ہے تو اگر ان میں برابری نہیں ہو گی تو انکو جوڑا ہی نہیں کہا جائیگا بسبب بے جوڑ ہونے کے، اسطرح کھیل کے اندر کشتی یا ریسلنگ میں جو پہلوانوں کا جوڑا آپس میں کھیلتا ہے، تو ان میں بھی برابری کو لحاظ میں رکھا جانا ضروری ہوتا ہے۔ تو قرآن حکیم نے شوہر اور بیوی کو جو لفظ زوج سے تعبیر فرمایا ہے جیسے کہ وَقُلْنَا یَا آدَمُ اسْکُنْ أَنتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلاَ مِنْھَا رَغَداً (2-

(35 یعنی، " اے آدم سکونت پذیر ہو جا تو اور تیری جوڑی وال جنت میں اور اس جنت میں تم دونوں آزادی سے کھائو پیو! تو لفظ زوج سے اور اوپر کی آیت (1-4) کے حوالوں سے مرد اور عورت کی نوعی لحاظ سے برابری قرآن حکیم نے سمجھادی۔ نیز بیوی اور شوہر کے آپس میں عمر کے لحاظ سے ہم عمر ہونا بھی زوج کے معنی کے حوالہ سے لازم قرار ہو گیا۔

قرآن حکیم کے حوالہ سے مرد اور عورت کی فضیلت کا معیار

مرد اور عورت میں فضیلت، دونوں کو مختلف جہتوں سے ایک دوسرے کے اوپر حاصل ہے، گھریلو امور میں قرآنی نقطہ نظر سے تقسیم یہ ہے کہ مرد گھریلو اخراجات کا متحمل بننے سے عورتوں پر فضیلت رکھتا ہے جسے قرآن نے الرجال قوامون علی النساء سے تعبیر فرمایا ہے، اس مفہوم کو آیت کے جملہ وبما انفقوا من اموالھم یعنی "مردوں کے انفاق مال کرنے سے" تائید ملتی ہے۔ اور عورتوں کی فضیلت مردوں پر اسطرح بنتی ہے کہ وہ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّہُ (4-34) یعنی" وہ عورتیں جو امور خانہ داری کی اصلاح کرنے والی ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو نہایت مستعدی سے نبھانے والی ہیں اور پس پشت غائبانہ طور پر ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہیں جنکی حفاظت کی تاکید اللہ نے انہیں سپرد کی ہے" تو ان اوصاف کے لحاظ سے عورتوں کی فضیلت مردوں پر ہوئی، اس سے یہ ثابت ہوا کہ فضیلت کا تعلق ذمہ داریوں کے نبھانے سے ہے إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِندَ اللَّہِ أَتْقَاکُمْ إِنَّ اللَّہَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ (13-49) یعنی تم میں سے صاحب فضیلت، اللہ پاک کے ہاں وہ ہے جو قوانین حیات کو آنیسٹی کے ساتھ سرانجام دے، فضیلت کا تعلق مطلق کسی نوع اور صنف کے ساتھ نہیں ہے، اس کا تعلق میرٹ سے ہے۔

عورت علحدہ طور پر مرد کی طرح، صاحب ملکیت ہو سکتی ہے!

(یہ بات قرآن کے معاشی انقلاب آنے تک عبوری دور کے عرصہ کے لئے ہے)

قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے کہ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (4-32) یعنی مردوں کا حصہ وہ ہے جتنا کہ وہ کمائیں اور عورتوں کا حصہ بھی اتنا ہی ہے جتنا وہ کمائیں۔

مردوں کو عورتوں پر جبر سے مالک اور وارث بننے کا کوئی حق نہیں ہے

قرآن حکیم نے عورت کی پرسنلٹی اور مستقل حیثیت کے تحفظ کیلئے حکمرانوں کو پابند بنایا ہے کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (19-4) یعنی ،"اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ ہر گز روا نہیں ہے کہ تم عورتوں پر جبر سے اپنی مالکی جتاؤ اور ورثہ کے استحقاق سے ان پر جبر کرو" یہاں آمنوا سے مراد وقت کے حکمران اور انقلاب کے محافظ ہیں، جنہیں خطاب کیا گیا ہے کہ عورتوں پر جبر اور اکراہ کو روکنا تمہاری ذمہ داریوں میں سے ہے۔ قرآن متنازعہ امور میں قانون کی طرف رجوع کرنے کی تعلیم دیتا ہے، جیسے کہ فرمایا ان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ و رسولہ یعنی' اپنے فیصلے قانون کے حوالے کرو'

عورتوں کی مراعات مردوں کے برابر ہیں

سورۃ بقرہ میں مسائل طلاق کے بیان میں قرآن نے فرمایا ہے کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (228-2) یعنی اللہ کے قانون میں مرد اور عورت کے حقوق برابر ہیں البتہ مرد کو صرف یہ رعایت حاصل ہے کہ اس کو طلاق کے بعد دوسری شادی کرنے کیلئے عدت نہیں کرنی ہوتی جو کہ عورت کو کرنی پڑتی ہے، یہ بھی پہلے شوہر کے نسل بچانے کے مفاد میں صرف حمل کا پتہ لگانے کیلئے لاگو کی گئی ہے۔

جناب عالی! ان مختصر قرآنی احکامات سے یہ ثابت ہوا کہ مرد اور عورت کی آپس میں مساواتی حیثیت ہے، جس کی وجہ سے عورت کی بے راہ روی کا فیصلہ بھی وہ عدالت کریگی

جو مردوں کی خطائوں کے فیصلے کرتی ہے، شوہر اپنی بیوی کیلئے عدالت سے ماورا حکمران نہیں بن سکتا، جس کیلئے قرآن حکیم نے عورتوں کے مسائل بیان کرتے وقت جابجا' معروف ' کا لفظ یا اصطلاح بیان کی ہے جسکی معنیٰ 'قانون' ہے۔

معزز قارئین! یہاں تک بات ہوئی قرآن حکیم کے حوالہ سے عورت کی مرتبت اور حقوق کے متعلق، اب ذکر کرتے ہیں علم الروایات یعنی علم الحدیث اور علم السنۃ کی روشنی میں عورت کی مرتبت معلوم کرنے کا۔

عورت مرد کے مقابلہ میں علم السنہ کی روشنی میں

امام بخاری نے اپنی کتاب کے اندر ایک باب باندھا ہے "ما یتقی من شوم المرأۃ" کے نام سے جسکا مفہوم یہ ہے کہ "جتنے تک بچا جاسکے عورت کی نحوست اور بدبختی سے" اس باب کے ذیل میں امام بخاری نے چار عدد حدیثیں درج کی ہیں، تین کے اندر لکھا ہے کہ تین چیزوں میں نحوست ہے، وہ یہ ہیں "عورت، گھوڑا اور گھر" باب کی آخری اور چوتھی حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بعد مردوں پر کوئی بھی زیادہ نقصان پہنچانے والا فتنہ نہیں چھوڑے جارہا، عورتوں کے سوا! یعنی عورتیں زیادہ سے زیادہ مردوں کیلئے نقصان پہنچانے والی ہیں، (ان حدیثوں پر میں اپنا تبصرہ محفوظ رکھتا ہوں) امام بخاری نے اسی کتاب النکاح میں ایک باب بغیر عنوان کے لکھا ہے جسکا نمبر ۱۱۷ ہے، اسکے اندر کل ایک حدیث لائی ہے جسکا نمبر ۱۸۱ ہے، اس میں لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دیکھا تو اسکے اندر عورتیں زیادہ تھیں" اب علم القرآن کی فلاسفی اور علم السنہ کی فلاسفی کی جہتوں کا تعین قارئین لوگ خود فرمائیں!

زنا کی سزا قرآن حکیم کی روشنی میں

حکم دیا گیا ہے کہ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (24-2) یعنی زانیہ عورت اور زانی مرد، ہر ایک کو سو، سو چابک لگاؤ، (جلدہ چمڑے کے کور کو کہا جاتا ہے) قرآن حکیم میں سزا کے اس حکم کی عبارت کی ورڈنگ میں زانی مرد اور عورت کا ذکر مطلق طور پر کیا گیا ہے، یعنی وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، دونوں کی سزا ایک طرح کی سو، سو چابک ہے "سندھ بلوچستان کے علاقہ میں بالعموم زانی اور زانیہ کو 'کالا اور کالی' کے نام سے پکارا جاتا ہے اور انکی سزا انکے جرگوں کے اندر قتل قرار دی ہوئی ہے! اس رسم کو، اس سماجی ظلم کو، علم حدیث، علم سنت کی تائید حاصل ہے، یہ ظالمانہ فیصلے جاگیر دارانہ سماج اور سرداری کلچر میں مروج ہے اور علم حدیث کی ایجاد کی کھوج لگائینگے تو یہ ثابت ہوگا کہ وہ بھی ملوکیت کے زیر سایہ قرآن کے انقلابی اصلاحات کو رد کرنے کیلئے ایجاد کیا گیا ہے، جسکا مختصر ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں کتاب المحاربین کے اندر ایک باب "رجم الحبلى من الزنا اذا احصنت" کے نام سے لکھا ہے، اس میں ایک لمبی حدیث لکھی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جناب عمر نے حج سے واپسی پر مدینۃ الرسول میں جمعہ کے خطبہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے اس میں زانی اور زانیہ کو رجم کرنے کی آیت بھی نازل فرمائی تھی (رجم کی سزا کی معنی ہے کہ بذریعہ سنگباری مجرم کو اتنے تک پتھروں سے مارا جائے جتنے تک وہ مر جائے) اور یہ سزا زنا کے ان مجرموں کیلئے ہے جو شادی شدہ ہوں (جبکہ قرآن والی سو چابک کی سزا حدیث پرستوں کے ہاں صرف غیر شادی شدہ مجرموں کیلئے ہے) جناب قارئین! اس حدیث میں الزام لگایا گیا ہے کہ قرآن غیر محفوظ کتاب ہے، یعنی 'جناب عمر کی زبانی حدیث سازوں نے لکھا ہے کہ شروع زمانہ میں آیت رجم موجود تھی جو اب غائب کی گئی ہے! امام بخاری نے اسی کتاب المحاربین میں ایک اور باب باندھا ہے "باب من رأى مع امرأته رجلا فقتله" یعنی جس شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھا پھر اسے قتل کر دیا" اس باب کے ذیل میں یہ حدیث لائی ہے کہ

سعد بن عبادہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو اپنی دھاریدار تلوار سے اسے قتل کر دوں، سعد کی یہ بات رسول اللہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو؟ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ با غیرت ہے" کتب حدیث میں صحاح ستہ نامی کتابوں میں سے ایک کتاب ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے کہ کوئی شخص اپنی محرمہ رشتہ دار عورت سے زنا کرے تو اسے قتل کر دو اور جو شخص کسی جانور سے زنا کرے تو زانی کو بھی قتل کرو اور اس جانور کو بھی قتل کرو! (باب من اتی ذات محرم و من اتی بھیمۃ۔ صفحہ ۱۸۴ مطبع قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

حکومت وقت کو ایسی صورتحال میں کیا کرنا چاہئے؟

قرآن حکیم میں لوگوں کو دو طرح سے خطاب کیا گیا ہے، ایک یا ایھا الناس سے یعنی اے انسانو! دوسرا یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب کیا گیا ہے، یعنی اے ایمان والو! 'اے انسانو' کے خطاب کے ذیل میں جن قوانین، جن اوامر و نواہی کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلم، غیر مسلم سب مذاہب کے لوگوں کیلئے عمل میں لانے کیلئے لازم کردہ ہیں اور جو خطاب یا ایھا الذین آمنوا کے جملہ سے کیا گیا ہے اسکا تعلق انقلابی پارٹی کے ممبران، عہدہ داروں اور حکمرانوں سے ہے، جو انقلابی منشور (قرآن) کے نافذ کرنے کے ذمہ دار ہیں، اور وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (44-5) یعنی "جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر ہیں" اب اس وارننگ کی روشنی میں پہلے تو حکمران لوگ اپنے اندر کو ٹٹولیں کہ اگر وہ انسان دوست ہیں تو وہ یا ایھا الناس والے خطاب کے ذیل میں لائے ہوئے قوانین کو نافذ کریں اور یہ بھی کہ جو حکمران لوگ اپنے آپ کو مؤمن اور یا ایھا الذین آمنوا، والے خطاب کا مصداق تسلیم کرتے ہیں اور مؤمن ہونے کے دعویدار ہیں تو ان پر بھی لازم بنتا ہے کہ وہ احکام قرآن کو نافذ کریں اور لاگو کریں، اسلئے آج کے معروضی حالات میں مؤمن حکمرانوں کو پہلے تو قرآن دشمن علوم کو قانون سازی کے نصاب سے خارج کر کے انہیں بلیک لسٹ کرنا چاہئے، اسکے بعد علوم قرآن پر سے ملوکیت اور جاگیرداریت کی لے پالک ملاشاہی کی اجارہ داری ختم کرنی چاہئے، جس کی ابتدا میں یزدجر بادشاہ نے جنگ قادسیہ میں شکست کا بدلہ لینے کیلئے اپنی کیپیٹل پوائنٹ سے فرار ہو کر فارس کے شمال مشرق

کی طرف آج کے سینٹرل ایشیا اور افغانستان میں شہر مزار شریف کے قریب ڈیرہ جمایا اور وہاں قرآن حکیم کی انقلابی تعلیمات، غلامی پر بندش کا قانون (8-67) (6-164)، نابالغ بچوں کی شادیوں پر بندش کا قانون (4-6)، معاشی مساوات کا قانون (41-10) (16-71) اور اس طرح کے کئی دیگر قرآن کے انقلابی قوانین کو مسخ کرنے کیلئے امامت کے لقب سے اپنے کرائے کے دانشوروں سے حدیث رسول کے نام سے ایسا علم خلاف قرآن ایجاد کروایا جس نے سال ایک سو بتیس ہجری میں بنو عباس اور بنو امیہ نامی جنگ کے بعد قرآن کو اقتدار کے تخت سے معزول کر دیا اور قرآن کی جگہ انکے فارسی اماموں کی بنائی ہوئی حدیثوں اور ان سے بنائے ہوئے قرآن مخالف فقہوں کو رائج کیا، یہ سب کچھ اللہ وحدہ لاشریک کے کلام قرآن کے ساتھ سنت کا اضافی نام نتھی کرنے کے حیلہ کی آڑ میں کیا گیا، اسلئے آئندہ قرآن کو اکیلے طور پر مسائل حیات کیلئے ناکافی قرار دیا گیا ہے اور بغیر ان اہل فارس کی حدیثوں کے سمجھ میں اور عمل میں نہ آنے والی کتاب مشہور کیا گیا ہے سو جب تک دینیات کے نصاب تعلیم سے غیر قرآنی ملاوٹیں نکال کر نصاب تعلیم خالص بلاشرکت غیرے قرآن کی روشنی میں نہ بنایا گیا تو اس وقت تک غلامی اور غلام سازی کا رواج جاری رہیگا، اور اس وقت تک 'کالے اور کالی' کے نام پر زنا کے غلط الزاموں اور تہمتوں سے جاگیر دار اور ملاشاہی کی بزنس جاری رہیگی، بے سہارا عورتوں اور مردوں کے قتل جاری رہینگے!!

اس لئے ہر حکومت پر یہ فرض بنتا ہے کہ وہ انسان دشمن علوم کو تعلیمی سلیبس میں کہیں بھی جگہ نہ دے اور ماہرین قانون کی ایک ایسی تھنک ٹینک قائم کرے جو غیر عقلی شوشہ بازیوں کی ہر لیول کو نصاب تعلیم سے چھانٹی کرے (108-12) اور ملک کے جمہوری ادارے قرآن کی آئینی رہنمائی کی روشنی میں بالاز تیار کریں، جن جمہوری اداروں کیلئے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (159-3) اور وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (38-42) کا حکم دیا گیا ہے، جس سے ایسی جمہوریت قائم کی جائے جو کیپیٹل ازم والوں کی جمہوریت کی طرح 'ہاؤس آف لارڈس' بھی نہ ہو اور کیمونسٹوں کی طرح 'پرولتاری ڈکٹیٹر شپ' بھی نہ ہو بلکہ یہ علم کی حاکمیت ہو، علم کے دلائل کی روشنی میں!!!!

پردہ

عورتوں کے لئے مسلم معاشروں کے اندر پردہ کے نام سے اسلامی شریعت کے حوالوں سے کئی ایسی پابندیاں رائج ہیں جن کا قرآنی ہدایات اور قوانین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس بحث میں دو حوالوں سے قرآن حکیم کی فلاسفی کو سمجھنے میں آسانی ہوگی، ایک تو انسان کے بالخصوص چہرہ کا حسن جو کہ قدرتی ہے اور وہ تخلیقی ہے، معاشرتی قانون سازوں نے اسلام کے نام سے اسے چھپانے کے کئی رواج لاگو کئے ہوئے ہیں، جنکی تشریح اور وضاحت کی میں کوئی ضرورت محسوس نہیں کر رہا، اسلئے کہ ان پردہ کرانے والوں کا سارا زور چہرہ کو مکمل طور محبوس، ملفوف کر کے بند رکھنے پر ہے۔ اس حد تک جو ابن جریر نے، جو امامی روایات کی روشنی میں تفسیر لکھنے کا استاد اول ہے لکھا ہے کہ آیت قرآن يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (59-33) یعنی اے نبی اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہو کہ وہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں۔ ابن جریر نے اس حکم قرآن کی معنی و مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ اپنی چادر سے سارے جسم کے ساتھ اپنا منہ بھی لپیٹ دیں اتنی حد تک جو راستہ دیکھنے کے لئے صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ جبکہ قرآن حکیم نے اس محمسہ کو خود ہی سمجھا دیا ہے کہ چادر اوڑھنے سے یہ مقصد ہے کہ عورت کی متانت اور سنجیدگی اس سے عیاں ہو اور لباس کی زیب و زینت جو باعث کشش ہوتی ہے اسے اس چادر سے چھپائیں، منہ کا کھلا رکھنا اس لئے ہے کہ: ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (59-33) یعنی چادر پہننے سے مقصد ہے کہ لفنگے لوگوں کی چھیڑ خانی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہچانی جائیں، پھر انہیں پہچاننے کی وجہ سے کوئی ایذاء نہ پہنچائے۔

رہا سوال کہ حسین چہرہ خود ہی زینت کا سمبال ہوتا ہے اسکو پھر کیونکر کھلا ہوا چھوڑا جائے۔ جب کہ قرآن میں ہے کہ عورتیں زینت کو ظاہر نہ کریں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم نے بعض اعضاء کو حاجات وضروریات زندگی کے لئے کھلا رکھنے کو تسلیم کیا ہے جائز قرار دیا ہے حکم ہے کہ: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (31-24) یعنی عورتیں اپنا سنگار ظاہر نہ کریں سواء ان کے جو (کام کاج کے لئے) انکا کھلا رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جو کہ وہ چہرہ، ہاتھ، پاؤں ہیں۔ ان کھلے ہوئے اعضاء کے حوالہ سے فرمایا کہ: قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ (30-24) مؤمنوں کو کہیں کہ اپنی نظروں پر کنٹرول کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہاں ہم سوال کرینگے کہ جن لوگوں نے آیت کریمہ (53-33) کے جملہ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ کو پردہ کے نازل ہونے کی آیت کے نام سے مشہور کرکے پھر اس سے کئی قسم کے برقعے ایجاد کرائے ہیں۔ ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ اس آیت کریمہ میں فسئلوھن من وراء حجاب کی معنی ہے کہ اے اصحاب رسول جب بھی جناب رسول کے گھر سے کوئی سا بھی سامان لینے آؤ تو عین کھلے ہوئے دروازہ کے اوپر کھڑے ہوکر اہل بیت سے سوال نہ کیا کرو، بلکہ فسئلوھن من وراء حجاب دیوار کی اوٹ میں ہوکر کوئی بھی چیز مانگا کرو، سو اس آیت میں الفاظ قرآن خود ہی بتا رہے ہیں کہ کسی شخص کے دروازہ پر آکر اہل خانہ سے کوئی چیز مانگنے والے کو حجاب کے نام سے برقعہ پہن کر سامان کا مطالبہ کرنے کے لئے قرآن کیوں کہے گا، قرآن تو اسے صاف لفظوں میں حکم دے رہا ہے کہ دروازہ کے سامنے سے ہٹکر دیوار کو حجاب بناکر اوٹ میں سے کوئی چیز مانگو، قرآن حکیم کی اتنی ساری وضاحتوں کے بعد بھی ہم سوال کرتے ہیں کہ اگر لفظ حجاب سے برقعوں کی معنی نکالتے ہو تو اللہ پاک نے مؤمن مردوں عورتوں کو کیوں کہا ہے کہ نظریں تھام کر چلا کرو، اگر عورتوں کے چہرے برقعوں کی وجہ چھپے ہوئے ہونگے آنکھیں نوٹ کر چلنے کا حکم کیوں دیا گیا، سو مؤمن مردوں اور عورتوں کو نظریں ضابطہ میں

رکھنے کا حکم (30-24) خود بتا رہا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں لباس کی سلائی والا سنگار چادر اوڑھ کر چھپانا ہے۔ مروج ماڈلوں والے برقعے یہ قرآنی احکامات کے اندر نہیں مل رہے۔

دو عورتوں کی شاہدی ایک مرد کے برابر کیوں؟

سورت نساء کی آیت (282-4) میں آیا ہے کہ اے ایمان والو جب تم آپس میں معین وقت کے لئے قرضہ کی لین دین کرو تو لازم ہے تم پر کہ اسکی لکھا پڑھی کیا کرو، صرف اتنا بھی نہیں لیکن اسکے لئے گواہ بھی دو عدد مرد کرو، اگر دو عدد مرد میسر نہ ہوسکیں تو ایک مرد اور دو عدد عورتیں اپنی پسند کے شاہدوں میں سے مقرر کرو اور عورتوں کے دو ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک عورت اصل حساب کتاب اور اعداد بھول بھٹک جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔ جناب قارئین! قرآن حکیم کی اس بات میں عورتوں کی تحقیر اور تذلیل کا تو کوئی شائبہ تک نہیں ہے، بلکہ اسکے الٹ مردوں کے مقابلہ میں یہ تو عورتوں کے ساتھ رعایت ہے نسیان اور بھول پن صرف عورتوں میں نہیں ہوتی یہ بات تو مردوں کے اندر بھی بدرجہ اتم ہے، کیا قارئین! نہیں جانتے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام اور اسکے ساتھی نے طلب علم کے لئے جو مشہور سفر کیا تھا اسکے دوران ایک دو آبہ کی جگہ پر تھکاوٹ اتارنے کے لئے کچھ دیر رکے تھے پھر جب اٹھ کر سفر شروع کیا تو ناشتہ کے لئے پکڑی ہوئی مچھلی وہاں بھول گئے جسے قرآن حکیم نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا (61-18) یعنی جب ان دونوں نے دو آبے پر پہنچنے کے بعد سنبھالا کہ اپنی مچھلی تو بھول کر آئے۔ سو بھول پن یہ انسانی طبیعت کا حصہ ہے جس کے خاص بڑے بڑے مردوں کے حوالہ سے کئی مثالیں موجود ہیں، لیکن اللہ کی جانب سے عورتوں کے ساتھ شاہدی بھی خاص صرف مالی لین دین میں شاہدی کے لئے عورتوں کے دو عدد ہونے کی بات کی ہے تو اسے روایت بازوں دنیا جہان والوں کو بیوقوف بنانے کے لئے اس رعایت کو الٹ کرکے عورت کی تذلیل سے اسے تعبیر کیا، ان امامی روایات گھڑنے والوں نے اللہ کو عورتوں کا مخالف بنادیا۔ ان امامی

علوم گھڑنے والوں نے لوگوں کو عورت کے اصل مقام سے بے خبر رکھا ہے، جب کہ مالی معاملات کے بقیہ جملہ خصومات میں اکیلی عورت کی شاہدی کو قرآن نے قبول کیا ہوا ہے۔ اور تو اور خود عورت کا جب اپنے خاوند سے ٹکراء ہو جائے جس میں اگر کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگا بیٹھے اور اسکے پاس ثبوت کے لئے کوئی شاہد نہ ہو تو اس کے لئے حکم ہے کہ وہ چار بار اپنی بیوی کے خلاف الزام کا بیان دہرائے اور پانچویں بار بولے کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت، سو اسکے مقابلہ میں اللہ نے بھی اکیلی عورت کو اپنے شوہر کے الزام کی تردید میں حق دیا ہے، اختیار دیا ہے، کہ وہ بھی اپنی صفائی میں اپنا بیان چار بار دہرائے اور پانچویں بار بولے کہ اگر وہ جھوٹ بولتی ہو تو اسپر خدا کا غضب۔ کیا یہ اکیلی عورت کی شاہدی مردوں کے مقابلہ میں قرآن نے نہیں قبول کی؟

بیوی کو طلاق دینے کے مسئلہ میں علوم روایات قرآنی موقف کے خلاف ہیں

علوم روایات کی جانب سے میاں بیوی کے درمیان اختلاف کے بعد علحدگی کا حق طلاق کے نام مقرر مشہور ہے، اس کا حق بیوی کے مقابلہ میں شوہر کو لامحدود حد تک دیا ہوا ہے جبکہ قرآن حکیم نے اکیلے شوہر کو طلاق دینے کے اختیار کو قبول نہیں کیا، اس معاملہ میں طلاق کو نکاح کی طرح پنچاتی عدالت کا معاملا قرار دیدیا ہے فرمایا کہ: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (4-35) یعنی بیوی اور شوہر کے درمیان معاشرہ والوں کو اگر علحدگی کا اندیشہ ہو تو تم پر لازم ہے کہ فریقین کے الگ الگ امین مقرر کرو، پہلے تو وہ کوشش کریں دونوں کے درمیان اصلاح کی، اگر فریقین اصلاح کے خواہشمند ہوں تو اللہ بھی انہیں توفیق بخشے گا، اسلئے کہ وہ علیم اور خبیر ہے۔ اگر اصلاح نہ ہو سکے تو اختلاف کی صورت میں علحدگی یعنی طلاق دینے کا حق ان امینوں کو ہو گا۔

ورثہ کے حصص میں بیٹے کو بیٹی کے مقابلہ میں دوگنا کیوں؟

ترکہ کی تقسیم میں حکم قرآن ہے کہ: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (4-11) یعنی اللہ کی وصیت اولاد میں مال متروکہ تقسیم کرنے میں یہ ہے کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے حصوں کے برابر دیا جائے۔ اس تقسیم پر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک بھائی بہن کو ملنے والے مال میں جو برابری اور مساوات کرنی ہے، ذرا اسکی طرف نظر کی جائے جو اس طرح ہے کہ: "بیٹا جب شادی کریگا تو اسکو ورثہ میں ملا ہوا جو دوگنا حصہ ہے اس میں کا اندازا آدھا حصہ ہونے والی بیوی کی طرف بذریعہ مہر منتقل ہو جائے گا جو کہ وہ سونے چاندی کے ڈھیر کے برابر ہے نہ صرف اتنا بلکہ آگے ازدواجیت کے عرصہ میں حکم قرآن: الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (4-34) کے تحت شوہروں کو بیویوں کی گھریلو اخراجات میں انتظامی اخراجات دیتے رہنا ہے جو وہ گھریلو اخراجات بیوی کو دینے نہیں ہوتے، اور میراث میں بیٹی کو جو بھائی کے مقابلہ میں باپ کے ورثہ متروکہ میں سے ایک گنا حصہ ملا تھا تو جب اسکی شادی ہو چکی ہو یا آگے چل کر ہو گی تو اسے اپنے ہونے والے شوہر سے مہر کی رقم سونے چاندی کا ڈھیر ملے گی، اس سے بہن بھائیوں میں جو بظاہر آیت (4-11) میں ایک گنا، اور دوگنا کے الفاظ سے تفاوت اور عدم مساوات نظر آئی تھی وہ مکمل طور پر دونوں بہن بھائیوں میں مساوات اندر تبدیل ہو گئی اور ختم ہو گئی۔ بلکہ بہن کو بھائی سے بھی زیادہ حصہ مل گیا لیکن اسکے صرف روٹ جدا جدا ہوئے۔ صرف غور کرنے کی ضرورت ہے۔

کیا عورت حکمران بن سکتی ہے؟

حکمرانی کے لئے قرآن حکیم میں ایک لفظ ملک کا آیا ہے جسکی معنی بادشاہت ہے، دوسرا لفظ تمکن کا آیا ہے، اسکی معنی بھی قبضہ، مالکیت، اقتدار اور کنٹرول ہی بنتی ہے، تیسرا لفظ تحکم آیا ہے جسکی معنی حاکمیت ہے، تاریخ والوں نے ملکہ سبا، کا نام بلقیس ظاہر کیا ہے قرآن حکیم میں اسکے متعلق جو قصہ ہے کہ جناب سلیمان علیہ السلام نے اسکے ملک پر حملہ کیا، اسے فتح کیا،

اسکے بعد بجاء اس ملکہ سے مفتوحہ ملک چھیننے کے اسے صرف: وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَافِرِينَ (27-43) یعنی اسے غیر اللہ کی حاکمیت اور قوانین کی پیروی سے منع فرمائی۔ اسلئے کہ وہ کافرہ تھی، اور بس۔ اس قصہ سے ثابت ہوا کہ عورت کی حاکمیت ایک فاتح نبی اور رسول کی نظر میں ممنوعہ نہیں تھی۔ اس میں جتنی اصلاح کی ضرورت تھی انکی وہ رہنمائی کر کے اللہ کے نبی نے پھر انہیں انکے حال پر رکھا۔ اسے اپنے حال پر رکھنے کا دلیل آیت (19-18-27) میں ہے جو راستہ میں رانی نملہ کی اطاعت والی بات کے اندر موجود ہے۔

سورت الحج میں ہے کہ: الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (22-41) خلاصہ جن کو ہمارا قانون (تمکین) زمین میں اقتدار دلائے انپر لازم ہے کہ وہ قائم کریں نظام صلوۃ کو جس سے رعیت کو سامان پرورش عطا کریں اور امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے اوپر عمل کرے پھر نتائج اللہ کے قوانین سے اچھے نکلینگے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ نے قرآن کی انقلابی حکومت قائم کرنے والوں کے لئے چار چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ ا۔ اقامۃ صلوۃ۔ 2- ایتاء زکوۃ۔ 3- اچھائیوں کا حکم دینا۔ 4- برائیوں سے روکنا۔ رب تعالیٰ نے ازواج رسول اللہ سے فرمایا کہ: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (33-33) یعنی آپ اپنے گھروں میں رہیں اور جب بھی باہر کو نکلا کریں تو پہلے دور کی جاہلیۃ والی ٹھاٹھ وی وی آئی پی پروٹوکول برج نما پالکیوں میں بیٹھ کر شو پیس قسم کے اسٹاف سے ہٹو ہٹو لوگو اپنا منہ دیوار سے لگائو باادب ملاحظہ حرم شاہی کی سواری آرہی ہے، کے تکلفات نہ کرائیں، اور ایسا نظام صلوۃ قائم کریں جس سے جملہ افراد رعیت کو سامان پرورش میسر ہو۔ یہ سب اسوقت اور اس صورت میں ہوسکے گا جب آپکو ملے ہوئے منشوری کتاب قرآن کی روشنی میں آپ

قوانین خداوندی کی اور جناب رسول اور اسکے مطابق اطاعت کریں، ان جملہ ہدایات سے اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اے ازواج رسول آپ پر سے (دشمنان انقلاب کی خرافات والے) گند کو ہٹا کر آپکو تاریخ میں صاف اور پاکیزہ بنایا جائے۔ تو جناب قارئین! قرآن حکیم کا یہ خطاب حکمران رسول کی حکمران بیبیوں سے ہے۔ یاد رکھا جائے کہ اقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ کا یہ شاہی فرمان بارگاہ ایزدی سے دنیا کے حاکموں کے لئے ہے۔ جو اس آیت (33-33) میں ازواج رسول یعنی عورتوں کو دیا گیا ہے۔ (یہاں تک سلسلہ مضامین کو ختم کرتے ہیں۔)

مسائل دین قرآن کے سوا کسی اور ذریعہ سے نہ لیں (20-114)

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَآئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّآ إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ (7-11)

اور ہم نے تم سب (مرد اور عورتوں) کو پیدا کیا پھر تمہیں شکل وصورت عطا کی پھر ملائکہ کو کہا کہ سجدہ کرو آدم کو، پھر انہوں نے سجدہ کیا، سواء ابلیس کے، جو کہا ماننے والوں میں سے نہ ہوا۔ (16-50)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہونے والے حقائق

آدم کسی ایک فرد واحد کا نام نہیں ہے۔ قیامت تک پیدا ہونے والے مرد اور عورتیں ایسے ہی آدمی ہیں جیسے پہلے پیدا ہونے والی عورت اور مرد (1-4)

ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم جملہ مردوں اور عورتوں کے لئے ہے۔ ملائکہ کا یہ سجدہ کرنا قیامت تک پیدا ہونے والے مردوں اور عورتوں کو جاری رہیگا۔ ملائکہ کا قیامت تک مردوں اور عورتوں کو سجدہ کرتے رہنا، انسانوں کے کسی مذہب اور فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ انکے سجدہ کا تعلق آدمیت کی صنف، نوع اور میرٹ سے ہے۔ اس میرٹ کو قرآن نے: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (29-15) اپنی روح سے تعبیر فرمایا ہے جو روح کافر مسلم سب میں ایک طرح سے ہے۔ آدم جملہ انسانوں کا نوعی نام ہے، آدم نامی کوئی شخص بھی نبی نہیں ہوا۔

بائبل کے باب پیدائش میں اور اسکی مطابقت میں جو حدیثیں بنائی گئی ہیں کہ پہلے پیدا ہونے والے شخص معین کا نام آدم ہے اور اسکی پسلی میں جو ایک پھوڑا ہوا جس سے اسکی حوا نامی بیوی پیدا ہوئی، یہ تو ایسے ہوا جو گویا کہ اسنے اپنی بیٹی سے شادی کی اور یہ بھی کہ اگر اللہ نے اسے کہا کہ اس کے ساتھ شادی کرو۔ پھر یہ ایسے ہوا جیسے کہ اللہ نے بھی اپنے قوانین کی خلاف ورزی کی جبکہ اللہ ایسے نہیں کرتا، لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ (10-64) مطلب کہ بائبل کا فلسفہ پیدائش اور اس سے بنائی ہوئی حدیثیں خلاف قرآن ہے۔